

شاہ حسین با شاہ حسین
دین حسین دین نیا حسین

سردار و نداد دست بزرگ
حقانہ نام لالا حسین

کلید حمت

یوم عاشورہ مآثم کا دن ہے

بحواب

مضمون "نہید کربلا" اخبار ہیرن محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

انشر

الطاف احمد انصاری (حقیقی)

سابقہ مہتمم تعمیرات اسٹیٹ لائبریری لاہور



مطبع رقی و سخیہ لاہور

وقف مکتبہ

قبل ازین جبکہ مضمون شائع کیا جا رہا تھا میں اپنے انجمن رنگ فنی کاروبار کے سلسلہ میں چند دنوں کے لئے بیرون حیدرآباد چلا گیا اور اپنے اجاب کے سر و طباعت کا کام سرگیا۔ اس ضمن میں مجھے خیال تھا کہ عندالضرورت عالیجناب کو اب عنایت جنگ بہادر جو حضرت امام حسین سے خاص عقیدت رکھتے ہیں مالی امداد کی خواہش کیجائے بدین خیال میری عدم موجودگی میں اس ارادے کی تکمیل کے پہلے ہی اجاب نے اس امر کا بلا مناسبت اظہار کر دیا نیز میرے اس ناچیز مضمون کو پسندیدہ نگاہوں سے دیکھی ہو اشاعت میں محبت بھی فرمادی جس کا تردد ہے۔

یہ میری قلمی خدمت محض خوشنودی امام کی غرض سے ہے اور اب اجاب کے اصرار پر دوبارہ بعد تصحیح مضمون ہذا کو کثیر تعداد میں پیش کرتا ہوں۔ خواہشمند اور تشذیب صاحبان جناب سید مولوی علی حسین صاحب مالک رئیس دکن بوٹ فیکٹری چھتر بازار سے حسب ضرورت مفت طلب فرمائے ہیں۔

تشریف کر بلا کے عنوان سے ایک مضمون، بحر محرم الحرام ۱۴۳۷ھ کے مہاجر اخبار و
 میں شائع ہوا ہے جو مولوی قاضی عبد المجید صاحب ریشی ایڈیٹر "ایمان"
 بٹی ضلع لاہور کے خشک ذہانت کا نتیجہ ہے۔ مولانا صاحب یوم شہادت کو
 یوم عید سمجھتے ہیں اور سلمان حسین علیہ السلام میں جبقدر نامی قربانیاں
 ہر سال کرتے ہیں۔ وہ انکی نظروں میں بت پرستی سے زاید وقت نہیں کھتیں
 یہی وجہ ہے کہ انہوں نے چند دل آزار الفاظ اخیر مضمون پر تحریر فرمائے ہیں
 جس سے مجھان حسین علیہ السلام میں بلا تفریق مذہب ملت ایک ہیجان پیدا
 ہو گیا ہے۔
 حقیقت یہ ہے کہ مضمون نگار صاحب نے نہایت تنگ نظری سے کام لیا
 اور ان کا زاویہ نگاہ بدینتی اور کمزوری ایمان پر دلالت کرتا ہے۔
 نہ معلوم وہ کس دل سے یوم شہادت کو یوم عید تصور کرتے ہیں حالانکہ
 وہ جانتے ہیں کہ اس دن کو روزِ اول سے آج تک جن و ملائکہ رشی
 مئی پیغمبرِ ولی روتے چلے آئے ہیں اور زندہ اور قدرتی مثال یہ ہے کہ
 مخلوق خدا ہر سال روزِ ہی ہے اور رفتی چلی جا رہی ہے اب غور کر لیجئے
 کہ یہ دن عید کا ہو سکتا ہے یا ماتم کا؟

جرات کرتا ہوں گو میں اس کا معترف ہوں کہ میرے قلم سکنتہ رقم میں
 شکست نہیں جو کہ رنگینی عبارت سے آپ کو خوش کر سکے مگر ہاں یہ ضرور امید رکھتا
 ہوں کہ خدا کے فضل و کرم اور سچی محبت و خلوص کے اثرات سے جو مجھے سید الشہد
 امام الثقلین سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہے کہ یہ میری سچی محنت
 رائیگاں نہ جائے گی۔

المختصر

یہ مضمون آپ پڑھیں۔ دو دیر سے عزیز بہائیوں تک بلا کھا طہ ذہب
 ملت ہو پناہیں اور انتہائی صبر و تحمل کے ساتھ حبسین سے آپ اس کو
 پیش کریں تاکہ ہر شخص اس تجلی سے متور ہو اور زندگی امام حسین جیسے حقیقی ایشا
 قرآنی کا سبق حاصل کر سکے۔ آمین۔ تم۔ آمین۔

خادم اسلام

الطاف احمد انصاری

۵ امر محرم الحرام ۱۴۱۵ھ

تہمت ملٹا رہی نہیں جاگی ز خون با حق میر سرخی ہو ہرنے کی
 مدد م عا مشورہ ماتم کا وں ہے

وَلْيَبْلُغْ لَكُمْ بَشِيرٌ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَ
 بَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَأَنَا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ
 (خدا فرماتا ہے کہ ہم ضرور تمہارا امتحان لینگے ایک بڑے خوف سے بھوک سے۔ اموال سے۔
 جانوں سے اور ثمرات کی کمی سے اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) خوش خبری پہنچا دو ان لوگوں
 جو مصیبت میں پڑنے کو وقت کہتے ہیں کہ ہم تو خدا کے واسطے بنائے گئے ہیں اور خدا ہی کی طرف
 ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔)

یہ آیت کریمہ ایک میزان ہے جس میں پروردگار عالم کسی ایک مہستی کو
 انتہائی مصیبت میں مبتلا کر کے اس کے صبر و شکر اظہار و استقلال کو ثبوت
 وحدانیت و فتح حق کے لئے پیش کرنا چاہتا ہے۔ یاد رکھیے اس امتحان کے لئے
 خوفِ ظلم۔ پائمالِ نفس۔ بربادیِ مال۔ قربانیِ جان۔ خونِ معصوم۔ ضروری
 مضامین ہونگے۔ یہی نہیں ہوگا۔ بلکہ نتیجہ میں وہ بندہ مجبور یہ بھی کہے گا کہ یہ
 کچھ حق کیلئے ہے کیونکہ وہ حق کی طرف ہی آیا ہے اور حق کی ہی طرف جا رہا ہے۔
 اسباب استعزاء آفرینش سے لیکر آج تک کے زمانہ پر نظر ڈالئے غور کیجئے۔ سوچئے۔

مطالعہ وسیع کیجئے۔ بتلائے وہ کون سی ہستی ہے جس نے جان مال اثرات
کی کمی یا پامالی کے خوف سے اپنا خون نہیں بہایا بلکہ قدرت کے اہل احکام
قدرت کی خوشنودی۔ قدرت کے واحد مدح کے لئے سب کچھ عملاً وقف کر کے
قدرت کی پیاری مخلوق کو گمراہیت سے بچا لیا۔

حقیقت یہ ہے کہ وہ ذاتِ بابرکات امام عالی مقام جناب حسین علیہ السلام
کی ہے اور کیوں نہ ہو۔ آپ اُس آخری نبی کے پیارے نواسے ہیں جس میں خلافت
آدم سلطنت سلیمان حسن یوسف خلت ابراہیم کلام موسیٰ۔ عبادت یونس
شکر نوح وغیرہ وغیرہ تمام مصنفین موجود تھیں یہی نہیں بلکہ محبوبیت۔ ولایت
شفاعت نبوت۔ رسالت۔ رویت الہی قرب الہم۔ شفاعت اعظم۔ جہاد
فی سبیل اللہ۔ علم وسیع عرفان صریح اور اجتہاد کے تمام کمالات کا گہوارہ تھا۔
مگر اہل یہ یاد رکھئے کہ اس کو ایک کمال شہادت جبر یہ بہ نفس قسام ازل سے
نہیں عطا ہوا تھا کیوں نہیں ہوا تھا یہ خود ایک اہم مسئلہ ہے۔ تاہم یوں سمجھ لیجئے کہ
قدرت توحیدی چمن کے قریب ترین پھول کو یہ مرتبہ عظیم عطا کرنا چاہتی تھی
کیونکہ وہ جانتی تھی کہ پودا سلام بھی مری بھری ہے اور لہلہا رہی ہے اس
یقینی گمراہیت خزان بن کرائے کی اس وقت ایک اور دفعہ خونِ حق سے
سینچنے کی ضرورت ہوگی پس اُس نے کلام پاک میں پشتر سے ہی یہ خبر دیدی
جس کے بعد اس نے اس کو اس قدر عطا کیا کہ اس کی ہر بات کی

اس پود کی جڑیں نہیں مل سکتیں حقیقت یہ ہے۔ کلام شامہ دکن

ہر وجہ عظیم اک سند حاصل سی کی : یہ واقعہ شیخ محمد بن عثمان جلی کی
عناں ہو گیا چشم حقیقت چو چو : شیر پر وہیں شہادہ نبی کی

مکن ہو کہ آپ کہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت محض اسی لئے اہم
و عجیب و غریب ہے کہ وہ نواسہ رسول تھے یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بیٹے تھے
یا اہلبیت میں ان کا شمار تھا نہیں اگر ہم یہ سب کچھ بھی کچھ دیر کے لئے نظر انداز کریں
تب بھی آپ کو معلوم ہو گا کہ یہ شہادت عظیم النظر اور کثیر الاثر ہے۔ آہ! غور تو
کیجئے کہ دشمنوں کی فوج کثیر اس کے درپے ہے کہ جناب حسین علیہ السلام نہ بدلید
کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ صداقت کے سامنے خوشامد اور حق پوشی کو ترجیح دیں
مگر بیکس مظلوم امام ایک دیوتا ہے کہ انکار کیے چلا جاتا ہے اور فانی دنیا کی ظاہری
ٹپ ٹاپ پر لات مارتا ہے۔ دشمنوں کے مظالم کی انتہا یہ ہوتی ہے کہ مٹھی بھرنا
پر پہرہ بندی کیجاتی ہے معصومین پر تیر برساتے جاتے ہیں دریا کا کنارہ
آنکھوں کے سامنے ہے مگر قطرہ آب سے ترسایا جا رہا ہے بچے پیاس سے تڑپ
رہے ہیں۔ العطش العطش کا شور ہو رہا ہے مختصر یہ کہ نتیجہ یہاں تک پہنچتا ہے کہ
آپ کے مٹھی بھر اصحابی کھلتے ہوئے چمن رسول کے پھول تیروں اور

ٹپ کر جان دیتے ہیں۔ گو دشمن ہیں کہ رحم کا نام نہیں۔ میں نے تمہیداً اس
 لکھنے کی اس لئے ضرورت سمجھی کہ میں اپنے دوست کو یہ سمجھا سکوں کہ وہ اس
 شہادت سی عید کس طرح اخذ کرتے ہیں۔ اگر ان کے دل میں کچھ بھی چمک
 ہے تو بچائی سے قلب پر ہاتھ رکھ کر بتلائیں کہ یہ دن عید کا ہو سکتا ہے یا اتم کا،
 خوشی کا ہو سکتا ہے یا گریہ و زاری کا، ہنسے کھلکھاتے کا ہو سکتا ہے یا اشک
 ٹوٹی کا، اگر کار چلنے کا ہو سکتا ہے یا سینہ کو بی کا، میں یہ نہیں کہتا کہ ہم اسوہ نبوی
 کو اپنے لئے نمونہ نہ بنائیں۔ ضرور بنائیں۔ آمین خدا اونیق ہے۔ انکی
 مصیبتوں میں جبر کرنا سیکھیں اپنی تنگدستی میں انکی بے سروسامانی کا خیال کریں
 ان کے توکل و اخلاص و استقلال و استقامت کو بہ تن مطالعہ کریں۔ بلا شک
 ان کی شہادت میں تسلیم و رضا ثابت قدمی۔ راسخ الایمانی۔ رات بازی اتوار
 و فاداری حق شناسی حیات اسلامی۔ حلم و قناعت۔ بے طمعی و بے غرضی ہمدرد
 و محبت قربانی و دلیری شجاعت و صبر اور انکساری چمک رہی ہیں جن کی روشنی سے
 ہم اپنے تمدن معاشرت کی اصلاح کر سکتے ہیں لیکن میں پوچھتا ہوں کہ کیا یہ دن
 شہادت یوم عاشورہ کو ہی تصور کر کے سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں؟ کیا بقیہ سال
 کی زندگی میں کچھ نہیں کر سکتے؟ حقیقت یہ ہے کہ ہماری ذہنیت ہی قابل نفیر ہے
 خدا ہم کو راہ راست پر قائم رکھے۔ آمین

ہذا کہ موافق ہے احب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال آحا کرنا تھا

ایک دن ان کا پیارا حسین شہید ہو گا اور کس طرح شہید ہو گا! اس طرح نہیں کہ
جس طرح حضرت اسماعیل کی قربانی ہوئی کہ جہاں جان ملتے ابراہیم و نبی کی آریں
محفوظ ہو گئی بلکہ اہلبیت کو میٹ دیا جائیگا تو زار زار رویا کرتے تھے۔ میں دریافت
کرتا ہوں کہ صاحب موصوف کو رسول اللہ سے محبت ہی کیا نہیں اگر بے توان
کی تعلیم کیجئے۔ آپ شہادت کے بعد ہی شہادت کے دن دوا نہوی بہا دیا کیجئے
تاکہ رسول اللہ یہ سمجھ سکیں کہ شہادت حسین کے واقعہ پر زمین و آسمان جن ملائکہ
ہی نہیں روتے بلکہ ان کی امت بھی آنسو بہاتی ہے۔ مختصر یہ کہ یہ دن گریہ و زاری
کا ہے عید کا نہیں۔

اگر آپ ہندو کتب ملاحظہ فرماتے ہیں تو کتاب کھنڈاں لہشت من مراۃ
المخلوقات مولفہ شاہ عبدالرحمان چشتی مطالعہ کیجئے۔ آپ کو پتہ چلیگا کہ زمانہ
شجک میں یعنی اُس زمانہ میں جب تک حضرت انسان پیدا بھی نہیں ہوئے تھے
صرف جن و فرشتے ہی مخلوقات میں سے تھے۔ اس وقت مہادیو نے پارتی
یعنی اپنی پیاری بیوی سے کہا تھا کہ زمانہ کلجک میں ایک شخص مہمت (محمد صلی اللہ علیہ وسلم)
پیدا ہو گا۔ اوس کے نواسے پر ایسا ظلم ہو گا کہ کسی پر نہ ہو ہو گا۔ اور یہ کہہ کر اوس نے
اظہارِ تاسف کیا یہ سب کچھ ہے۔ مگر ہماری ذہنیت یہ ہے کہ ہم اُس دن کو
عید کا دن شمار کرتے ہیں اور بے حیائی پر کمر بستہ ہیں۔ افسوس بھلائیوں
بہت مکر ہے کہ آپ اسی واقعات کے تحت متاثر نہ ہوں لیکن واقعات

شہادت پر ہی غور فرمائے دشمن امام حسین علیہ السلام مقابلہ کر رہے ہیں جب کبھی
 ان کو بیکار یہ خیال آتا تھا کہ رسول اللہ کا نواسہ ہے جو ایک نیک نفس۔ مجاہد و
 موحد ہے۔ تو بسا اوقات کاسپ جاتے تھے لیکن پھر وہ اسی فعل کے مرتکب ہوتے تھے
 کیونکہ کم از کم ان کو زرد جو اہر طمع و لالچ کا چکر تھا۔ مگر ہمارے صاحب موصوف کو
 خدا جانے کونسا لالچ ہے کہ ان کے قلب پر میل تک نہیں بلکہ اس دن کو وہ عید کا
 دن قرار دیتے ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت ام حسین نے جب معصوم ننھے کلویاں کرتے۔ پیاسے
 علی اصغر کو اپنے ہاتھوں پر دشمنوں کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ اے میری نانا کے
 امت کے لوگو "اگر میں تمہارا دشمن ہوں اور تمہاری آنکھوں میں کھٹک رہا ہوں
 تو میری ذات تک ہر اہم ایذا روا کھو۔ مگر اس جہ پر رحم کرو۔ اس نے تمہارا کیا
 بگاڑا ہے۔ تو دشمن یہ سن کر منہ پھرنے لگے اور سہم گئے۔ "اب دور جدید کی ذہنیت
 کو ملاحظہ فرمائے کہ وہ ایسے اہم ترین واقعات کو یوم عید کی عینک سے دیکھنا
 چاہتی ہے اور ذرا شرم نہیں کرتی۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ جناب امام عالی مقام میں علاوہ صوری کمالات شریعت کے
 تمام معنوی اسرار عرفان بھی متجلی تھے حقیقتاً یہ ذات بابرکات اپنی اور تاقیامت
 کے لئے واحد تھی۔ لاثانی تھی۔ اس کا ہر عنصر و عبادت۔ انعقاد پر میزگاری بھی
 کوئی نہ تھا۔ مگر دشمن اس کو کس طرح مٹانا چاہتے تھے۔ یہ اظہارِ شمس ہے محتاج

سمجھ لیجئے کہ وہ قبرستان میں مسجدینے کے قابل ہے روزانہ زندگی ہے۔ زندگی کے
موت کو روزنامی حل کرنا ہے۔

ایک سچ جب کہ خشک زمین میں پھینکا جاتا ہو وہ زندگی نہیں پاسکتا تاوقتیکہ وہ
زمین سے مل کر اس قدر نہ رو کر اشکوں سے غسل نہ کرے۔ یا تم کی تری اس کو زندگی بخشی
تب وہ دور زندگی کی کرپاں کلٹنے کے لائق ہو جاتا ہو وہ نخل تمنا لاتا ہو اور سطح ارضی پر بارش
وہ مال ہوتا ہے۔

میں
بحری سن کے شروع سال کی ابتدا رو سے جو اس امر کا تین ثبوت ہے کہ بقیہ سال
ہم اپنے اس ماتم سے سبق سیکھ کر احتیاط سے قدم اٹھائیں مقصد صرف یہ ہے کہ دن عید کا نہیں ہے
بلکہ ماتم کا ہے اشک شوی کا ہے سینہ کو بی کا ہے اور ان تمام حرکتوں سے حسین نمایاں کرنا
سنا لا انو کہا کر اسوہ حسین سے اپنی زندگی میں روشنی پیدا کر لیں۔

یہ صحیح ہے کہ مسلمان بلا تفریق فرقہ بندی حسین کے لئے ایام محرم میں مکان ارا پر آ
کرتے ہیں صاف کپڑے بھی پہنتے ہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ فوج یزید نے بھی یہی کیا تھا وہاں
بھی آراستگی پرستگی کا دور دورہ تھا۔ اسی صورت میں حسین کا امتیاز ہونا چاہیے
صاحب صوف کو مشکل ہو رہا ہے اور وہ ایسی خلط ملط سے عید کا نو نہ پیش کر کے ایک
آنکھ سے تمام معاملہ پر روشنی ڈال کر سمجھ کر دیتے ہیں۔ مگر یاد رکھیے یہ کوئی نظریہ ہے نگاہ
تعمق و کار ہے۔ مہمان حسین اور دشمنان حسین کے درمیان ایک خط ہے اور وہ

مختصر یہ کہ میں مکر عرض کرونگا کہ یہ دن عید کا نہیں ہے بلکہ ماتم کا ہی ماتم میں
فلاح جو روحانیت سے تعلق رکھتا ہے جب کہ ہم اپنی روح کو غم حسین سے غسل دیتے ہیں وہ نکھر
جاتی ہے وہ چمک جاتی ہے۔ وہ اس لائق ہو جاتی ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی زندگی
کے ہی سیکھ سکے اور دنیا کو حق ناقی کے درمیان واضح طور خطبہ دے کہ سلمان ایسے

ہوتے ہیں۔
اب صرف ایک ال اور باقی ہے اور تعزیر داری کا ہی صاحب موصوف نے ادبی دنیا میں
خوب کس کراں معاملہ پر روشنی ڈالی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ تعزیر داری کسی طرح بہت سی
کم نہیں ہے بلکہ زیادہ ہے یہ ان کا خیال خام ہے جب وہ خود اس امر کو تسلیم کر رہے ہیں کہ
تعزیر داری صرف دو یوم کی زندگی رکھتی ہے وہ تعزیر جو حقیقتاً ڈھانچ سے بنایا
جاتا ہے۔ وہ صرف ایک خیال اور تصور ہے اور ماتم کے لئے ایک شیعہ ہے۔ جو چیز
کسی پاک سستی کی طرف منسوب کر دی جاتی ہے وہ بت کر ہو جایا کرتی ہے شاگایوں
سمجھ لیجئے کہ قرآن شریف کا غزل پر تحریر ہے اپاس کو آنکھوں سے لگاتے ہیں
یکسو سے لگاتے ہیں یہ جو متے ہیں۔ محبت بھری نگاہوں سے اس کو دیکھتے ہیں۔
مگر میں دریافت کرتا ہوں کہ الف لیلا کے قصہ کی کتاب کو اس قدر محبت بھری نگاہوں
کیوں نہیں دیکھا جاتا اس کے کاغذ کیا آپ کو اڑد ہا نظر آتے ہیں۔ حالانکہ انہیں
بھی دی کاغذ ہیں جو قرآن شریف میں بات یہ کہ وہ کاغذ کلام الہی کے لئے

دفن اور اس طرف سوب زدے لیے اور الف لیلا ایک جوا اور مادی کا حصہ ہے۔
 یہی حال تغزیوں کا ہے تغزیہ صرف ایک شبیہ روضہ امام ہے یہ اس واسطے ہے کہ شقی القلب
 جو حسین سے من نہیں کرتے۔ وہ بھی کم از کم مصائب امام کے تصور میں دو انوس ہی بہا دیا
 کریں اور قرب الہی حاصل کریں۔ یہی وجہ ہے کہ دو دن کے بعد وہ تغزیہ دفن کر دے
 جاتے ہیں تاکہ ہمیشہ رکھنے سے احتمال شرک نہ ہو جائے جو بت پرستوں کی فہموں پر فوق
 کو اعتراض کا موقعہ دیکے۔ کہنے کی غرض یہ ہے کہ تغزیہ بت پرستی نہیں ہے بت پرستی شبیہ
 مراد کی مستقل تصویر ہوتی ہے ورنہ کسی بت پرست سے کہئے کہ وہ اپنے بت کو دریا میں
 بہا دے وہ ہرگز ایسا نہ کریگا لیکن تغزیہ دو دن کے بعد رخصت کر دیا جاتا ہے اور حرمت
 کے لحاظ سے اُس کے متوبہ کا غذات کسی خاص مقام پر دفن کر دے جاتے ہیں۔

رملہ عقول کا سوال فیتن تغزیوں سے نہیں مانگی جاتیں۔ وہ فیتن خدا سے
 مانگی جاتی ہیں اور واسطہ شہید کر بلا با بین ہوتا ہے میں کہہ چکا ہوں کہ کا غذات تغزیہ
 تو خود دو دن کے بعد دفن کر دے جاتے ہیں ان سے سنت مانگنا کیا قرین
 قیاس ہو سکتا ہے یا خواہ مخواہ بے تک ہائے کی عادت ہے اور قوم کے صحیح جذبات میں
 برسنے والے ماتم کے موتی روک کر قوم کو ہمیشہ کیلئے دفن کرنا چاہتے ہو۔

اگر کچھ بھی عقل سلیم ہے تو بہتہ حلیم کا کہ یہ تغزیہ داری اور ماتم کا نتیجہ ہے کہ آج جب کفای
 اور دشمنوں سے مقابلہ ہوتا ہے تو وہی تغزیہ داری کے ساتھ ماتم کرنے والے اٹھارے
 بنا کر چلنے والے شہادت کے جوش میں خون بہانے پر کمر بستہ نظر آتے ہیں اور جو خالی اثنا

دربانی کے اسباق خشک آنکھوں سے پڑھتے ہیں وہ میاؤں ہوتے ہی فرار ہو جاتے ہیں۔ اچانک پھیر کر بھی اس طرف کا رخ نہیں کرتے مختصر یہ کہ تعزیر داری۔ ماتم اکھاڑے دلدل۔ ہر روز عاشورہ اسلام کی زندگی ہے اس کو تازہ کرنے سے سال بھر کے لئے قوم بیدار ہو جاتی ہے اور دُعا اسلام کو قائم رکھنے کے لئے ہمیشہ کمر بستہ اور سینہ سپر نظر آتی ہے۔

نذر مبارک ہیں۔ وہ ہستیاں جو ماتم حسین کرتی اور ان کی یادگار میں اپنی قوم کو شاہ اور میدان کشمکش میں کارآمد تیار کرتی ہیں۔ اگر غور سے کام لیا جائے تو یہ رسم و رواج بہتر عمدہ اور خوب ہی کیونکہ اس میں جسمانی اور روحانی ہر دو کی فلاح کا راز منہر ہے تمام قوم ایک مرکز پر متحد ہو کر شان اسلام کا ثبوت دیتی اور شوق شہادت میں سینہ سپر نظر آتی ہے

اب میں آخر میں جناب امام عالی مقام حضرت الشہداء حضرت یدنا حسین علیہ السلام اور ان کے تمام اہل بیت اطہار اور اعدا و انصار پر جو میدان کربلا میں جام شہادت سے سرور ہوئے رحمتوں اور برکتوں کے پھول برساتا ہوں۔

{ درود ان پہ لاکھوں سلام ان پہ لاکھوں
تصدق ہوں جانیں ام ان لاکھوں }

اور دست بدعا ہوں کہ ہم ان لوگوں کو
ان کی مظلومی و خدا ترسی ہمیں بھی غضب الہی سے بچنے کے لئے سہارا
دے۔

آمین - ثم - آمین -

خادم اسلام
الضاری

۱۵۴۱ھ مطابق ۲۲ مئی ۱۹۲۲ء
۱۵۴۱ھ محرم ۱۳۵۱ھ



کتب خانہ وقفہ عبیدہ
شیر عیون